بغیر اجازت کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمادیں
فراقِ جاناں
مرتبہ
ایم شمس الدین تاجر کتب لودیانہ
شیخ محمد بخش فضل حسین تاجران کتب
لودیانہ پنجاب
سنہ ۱۹۲۴ء
ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھپی

فراقِ جاناں

غزل

فراقِ جاناں میں ہم نے ساقی لہو پیا ہے شراب کر کے
تپِ الم نے جگر کو بھونا تو ہم نے کھایا کباب کر کے

نہ چین پائے گا تو بھی ظالم کسی کا خانہ خراب کر کے
یہ یاد رکھنا کہ لینگے بدلہ جناب باری حساب کر کے

ادھر تو دلبر خیال آیا ادھر ستمگر نے بات کاٹی
ذلیل ہونا پڑا ہے کیسا صنم کو حاضر جواب کر کے

میرے جنازے پہ میرا قاتل نماز پڑھکر یہ کہہ رہا تھا
لو یہ بھی سر سے عذاب اترا چلا ہوں کارِ ثواب کر کے

نئی ادائیں نئے کرشمے نئے یہ فتنے نئے یہ غمزے
ذرا جو رُخ سے نقاب سرکا تو مار ڈالا حجاب کر کے

فقیر مسکین گدا بھکھاری کہاں تھے ایسے نصیب میرے
زہے مقدر پکارتے ہیں وہ مجھکو عالی جناب کرکے

غزل

طبع بگڑی ہوئی ظالم کی سنبھالی نہ گئی
جو گرہ دلمیں پڑی تھی وہ نکالی نہ گئی

تو بھی بے چین ہوا دل کے جلانے والے
دردمندوں کی دعا دیکھ لو خالی نہ گئی

سینکڑوں بوسے لئے خواب میں اُس گل کے مگر
لب کی مستی نہ چھٹی پان کی لالی نہ گئی

شکر کو شکوہ بیداد سمجھکر بگڑے
میں نے دی تمکو دعا تم سے دعا لی نہ گئی

زلف کو رکھ کے میرے دل میں جو آئے ہو یہاں
ہر رقم نپٹا بہا جیب میں ڈالی نہ گئی

نامہ بر خط میں میری آنکھ بھی رکھکر بھیجا
کیا گیا تو جو یہی دیکھنے والی نہ گئی

دن قیامت کا گذاروں گا ابھی میں کیونکر
ہجر کی سخت گھڑی ایک بھی ٹالی نہ گئی

ناتوانی میں ہوا سے میرے پر اُڑتے ہیں
چھوٹ کر دام سے بھی بے پروبالی نہ گئی

غزل

یہ تو میں کیونکر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

جان پر صدمہ جگر میں درد دل کا حال زار
گھر کا گھر بیمار میں کس کے پرستاروں میں ہوں

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر
بول اٹھا ہر بیگناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

کسطرح فریاد کرتے ہیں بتا قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں تو گرفتار و نہیں ہوں

چھیڑ دیکھو میری میّت پہ جو آئے یوں کہا
تم وفادار و نہیں ہو یا میں وفادار و نہیں ہوں

بیگناہ ہوں نہیں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈنے
مغفرت بولی ادہر آ میں گنہگار و نہیں ہوں

پھول ہوں پھولو نہیں ہیں کانٹا ہوں کانٹو نہیں اسیر
یار ہیں یار و نہیں ہوں اغبار اغیار و نہیں ہوں

غزل

کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دلکا غبار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

میں نہیں ہوں نغمۂ جانفزا مجھے سن کے کوئی کریگا کیا
میں بڑے ہی روگ کی ہوں صدا کسی دل جلے کی پکار ہوں

میرا رنگ روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا میں اسی کی فصلِ بہار ہوں

نہ تو میں کسیکا رقیب ہوں نہ ہی میں کسی کا حبیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں

کوئی مجھ پہ پھول چڑھائے کیوں کوئی مجھ پہ شمع جلائے کیوں
کوئی مجھ پہ اشک بہائے کیوں کہ میں بیکسی کا مزار ہوں

غزل

اے دردِ دل بتا دے کب تک تو کم نہ ہوگا
ہمدم بنیگا کس کا جب میرا دم نہ ہوگا

برچھی سنبھل کے مارو خنجر کے وار سیکھو
اوچھا نہ وار کرنا یہ سر قلم نہ ہوگا

تربت پہ میری آئے غیروں کو ساتھ لائے
بادِ صبا یہ کیا کیا مجھ پہ ستم نہ ہوگا

قدموں پہ تیرے جاناں نکلے جو دم یہ میرا
مرنے کا مجھکو صدمہ تیری قسم نہ ہوگا

فرقت میں تیرے جاناں رونا ہے اک زمانہ
وہ کون سا بشر ہے جسے رنج و غم نہ ہوگا

نسخے ہزار لکھے ہرگز شفا نہ ہوگی.
اقرارِ وصلِ جاناں جبتک رقم نہ ہوگا

تڑپوں گا یا الٰہی کر کر کے آہ و نالے
پہلو میں میرے ہائے جب وہ صنم نہ ہوگا

مت بھول چند روزہ تو زندگی پہ غافل
سب ہوں گے اس جہاں میں اک تیرا دم نہ ہوگا

غزل

ہوا جدائی میں تیری ہنجو تجھے ہمارا خیال کیا ہے
اسی تمنا میں مر مٹے ہم کبھی نہ پوچھا کہ حال کیا ہے

مجھے جو آزردہ دیکھا اک دن تو کچھ تبسم سے بولا کم سن
کریں گے پورا جو ہوگا ممکن بتا دے تیرا سوال کیا ہے

کہا جو میں نے کہ ہائے ظالم مرا ہیں فرقت میں تیری اسدم
تو بولا مرتا ہے اک زمانہ جو وہ مرے تو کمال کیا ہے

قرار دیکھا نہ بحر و بر کو زوال ہے شمس اور قمر کو
یہ فکر ہے ہر ملک بشر کو فلک ستمگر کی چال کیا ہے

نہ عقل ایسی نہ ہوش ایسا نہ کام اپنا سخنوری ہے
وہ دستِ قدرت سے لکھ رہا ہے اثرؔ تمہاری مجال کیا ہے

غزل

نہ پوچھو وصل کیا شے ہے کہ جسپر دم نکلتا ہے
تمہارے دم کا کیا کہنا کہ دم پہ دم نکلتا ہے

نہ پوچھو مجھ کو تم یونہی رہو غافل تو بہتر ہے
خدا جانے کسی کا اس صدا پر دم نکلتا ہے

نکلکر گھر سے جب وہ قاتل عالم ٹہلتا ہے
سسکتے ہیں ہزاروں سینکڑوں کا دم نکلتا ہے
میں باز آیا نہ دیکھو مجھکو ان ترچھی نگاہوں سے
تعجب کیا ہے ہمپر سینکڑوں کا دم نکلتا ہے
سوالِ وصل پر ہنسکر ادا سے ان کا یہ کہنا
پڑی ھے رات ساری کیوں ابھی سے دم نکلتا ہے

غزل

پسِ مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلادیا
اسے آہ دامنِ باد نے سرِ شام ہی سے بجھادیا
مجھے دفن کرچکو جس گھڑی تو یہ کہنا اس سے کہ اے پری
وہ جو تیرا عاشق زار تھا تہ خاک اس کو دبادیا ہے
میری آہ پہونچی تھی بر فلک لگے سن کے کہنے یہ سب ملک
صد آفریں تیری آہ کو تو نے عرش کو بھی ہلادیا ہے

دم غسل سے میرے پیشتر کہا ہمدموں نے یہ سوچ کر
کہیں جاوے اسکا نہ دل دھل میری لاش پر سے ہٹادیا
وہ جو شہر دھلی تھا اک چمن وہاں سب طرح کا تھا امن
میرے گھر میں ایک چراغ تھا ظالم نے وہ بھی بجھادیا
میری آنکھ جھپکی تھی ایک پل یہ کہا جنوں نے کہ اٹھکے چل
دل بیقرار نے آنکہ مجھے چٹکی لے کے جگا دیا۴
اگر اس سے کہتا نہ اتنا تو تو وہ ہوتا تجھ سے نہ تند خو
ظفر آہ تو نے یہ کیا کیا اسے عشق اپنا جتا دیا

غزل

کہیں وہ خاک پا گر دیکھ پا تے اپنی آنکھوں سے
تو سرمہ کیجکے اس کو لگاتے اپنی آنکھوں سے
تیرے بیمار فرقت کا صنم آنکھوں میں دم آیا۴
مناسب تھا کہ اسکو دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے

بلانا تو اگر ہمکو قسم ہے تیرے قدموں سے
کوئی آتا ہے پاؤں سے ہم آتے اپنی آنکھوں سے
ہمیں رونے نہیں دیتا تصور تیری آنکھوں کا
وگرنہ دونوں عالم کو ڈباتے اپنی آنکھوں سے
ہمیں نرگس کا دستہ غیر کے ہاتھوں نہیں بھیجا
اگر آنکھیں دکھانی تھیں دکھاتے اپنی آنکھوں سے

غزل

ستم سے باز آ ظالم قیامت ہونیوالی ہے
ہر نیں داد محشر عدالت ہونے والی ہے
نظر بازو سنبھل جاؤ قیامت ہونیوالی ہے
کسی کے حسن روز افزوں کی شہرت ہونیوالی ہے
ہمارے عشق کی دنیا میں شہرت ہونیوالی ہے
کسی معشوق کم سن کی شرارت ہونیوالی ہے

خدنگِ یار کا مشتاق دل بھی ہے جگر بھی ہے
ستم یہ ہے کہ دونو میں رقابت ہونیوالی ہے
نہ ٹھکرا کر چلو ہر ہر قدم پر ایسی شوخی سے
تمہاری چال پر برپا قیامت ہونیوالی ہے
کسی کے حُسن پر انکی طبیعت آتی جاتی ہے
حسینوں کو خبر کر دو عدالت ہونیوالی ہے

غزل

دَور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے
میکشوں کے سر پہ یارب پیرِ میخانہ رہے
جس پہ پڑ جائے نظر تیری وہ دیوانہ رہے
تا قیامت بھی نہ چھوٹے وہ اسیرانہ رہے
اپنے ساقی کے تصدق وہ پلائے ہمکو جام
بزم میں جس جا رہے ہم پیرِ میخانہ رہے

تیرے مستوں کا ہے ہنگامہ پرستش کیلئے
او بت کافر سلامت تیرا بتخانہ رہے

قبر میں پوچھیں نہ مجھ سے پھر تو کچھ منکر نکیر
مرتے دم دل میں خیالِ روئے جانانہ رہے

غزل

کٹ گئی جھگڑے میں ساری رات وصلِ یار کی
شام کو بوسہ لیا اور صبح تک تکرار کی ۴

لیلو بوسہ اپنا واپس کیلئے تکرار کی
کیا کوئی جاگیر ہم نے چھین لی سرکار کی

زندگی ممکن نہیں اب عاشقِ بیمار کی
چبھ گئی ہیں برچھیاں دل میں نگاہِ یار کی

ہم جب کہتے تھے نہ جانا بزم میں اغیار کی
دیکھ لو نیچی نگاہیں ہو گئیں سرکار کی

غیر کو سر پر چڑھاتے تم نہ نیچا دیکھتے

تمنے نادانی سے اپنی آپ مٹی خوار کی

اے طبیبو اب شفا ہے شافئے مطلق کے ہاتھ

آج حالت دیکھنے آئے ہیں وہ بیمار کی

زہر دینا ہے تو دے ظالم مگر تسکین کو

اسمیں کچھ تو چاشنی ہو شربت دیدار کی

خوبیاں کچھ مجھ سے لیکر تم بنے رشکِ چمن

مُنہ کلی کے پھول چھیا اور پلک تلوار کی

سر سے واعظ کے اتاری دیکھیے یہ رندانہ چال

کیسی بندش ہے ذرا دیکھیں تیری دستار کی

یا گلے میں یا بغل میں یار ہے وہ دم کے پاس

بس یہی ہے آرزو اس عشق کے بیمار کی

بعد مرنے کے ملی جنت خدا کا شکر ہے

مجھکو دفنایا رفیقوں نے گلی میں یار کی

آگئی غیروں کی مٹی میرے اُنکے درمیاں

یاالٰہی توڑ دے بنیاد اس دیوار کی

لوٹتے ہیں دیکھنے والے نگاہوں سے مزے

آپ کا جوبن مٹھائی بن گیا بازار کی

تھوک دو غصہ پھر ایسا وقت آئے یا نہ آئے

آؤ مل بیٹھیں کہ دو دن بات کر لیں پیار کی

دھواں کر دیتی ہے کھو دیتی ہے دم میں آبرو

چلتی پھرتی آنکھ بل کرتی ہوئی تلوار کی

حال اکبر دیکھ کر بولے بری ہے دوستی

تو نے رندوں کی جہاں نہیں ہائے مٹی خوار کی

غزل

عشق میں جی سے گذرتے ہیں گزرنے والے

راہ مرنے کی نہیں دیکھتے مرنے والے

آخری وقت میں پورا نہ کیا وعدۂ وصل

آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے

جان دینے کو کہا میں نے تو ہنس کر بولے
تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے

بزمِ ماتم میں کبھی شب کو ہی آجا چھپکر
او میرے سوگ کے پردے میں سنور نیوالے

اتنا اترا کے نہ چل تجھکو بھی آنا ہے یہیں
دیکھ او گورِ غریباں پہ گذرنے والے

تیغ و خنجر سے ہی جھگڑا سر و گردن کا رہا
چلدیئے موڑ کے منہ فیصلہ کرنے والے

آسماں پہ جو ستارے نکل آئے تو امیر
یاد آئے مجھے داغ اپنے ابھرنے والے

غزل

عجیب عشق کا دونوں طرف اثر پھیلا

وہ کہ رہی تھی انا قیس وہ انا لیلےٰ

لگا مے برف میں ساقی صراحئی مے لا

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شئے لا

سیاہ پوش جو کعبہ کو قیس نے دیکھا

ہوا نہ ضبط تو چلا اٹھا کہ یا لیلےٰ

گئی جو لیلےٰ قضا کار گور مجنوں پر

وہاں قبر سے نکلی صدائے وا ویلا

نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیے انشاء

نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

غزل

دکھا دے ہمکو جمال اپنا میں جاں بلب ہوں یہ ٹال کیا ہے

یہ خاکساروں سے سچ کیسا یہ بیکسوں کا ملال کیا ہے

لگا ہے جنجال میری جاں کو میں پیچ کھاتا ہوں مثل سنبل

یہ قید کرنے کو مُرغ دل کے تمہاری زُلفوں کا جال کیا ہے

تمہارے قدموں پہ دم نکلجا یہی تمنا ہے غم زدوں کی

جو بادشاہوں سے وصل چاہے فقیر مسکیں مجال کیا ہے

اٹھانہ مجھکو تو اپنے در سے میں تیرا عاشق ہوں جانسے گذرا

کبھی نہ چھوڑوں گا تیرے در کو یہ تیرے دلمیں خیال کیا ہے

اسی تمنا میں عمر گذری کہ یار ہمسے تو آملے گا

نہ ہمنے جانا کہ وصل کیا ہے نہ ہمنے دیکھا وصال کیا ہے

تمہارے بسمل کا حال دیکھا فلک پہ زہرہ کا حال بگڑا

تو ہانتھ مل مل کے بولا صوفی یہ وجد کیا ہے یہ حال کیا ہے

یہ دلمیں حسرت ہی لے چلے ہم زبان پہ اپنی یہ ہی شکایت

کبھی نہ پوچھا کہ تیرا ضامن ہماری فرقت میں حال کیا ہے

غزل

تمہا کہوں میں کون ہوں کیسے بیکار ونہیں ہوں

نام ہے جس کا غفور اسکے گنہگاروں میں ہوں

آئینہ لیکر ذرا صورت تو اپنی دیکھئے

ایسے بھولے پن پہ یہ دعوے کہ عیاروں میں ہوں

لاش پر اس نے کہا جاتے ہو تنہا چھوڑ کے

تم تو کہتے تھے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں

دیکھکر اربعہ عناصر کو یہی کہتی ہے روح

ایک ہی تصویر ہیں ان چار دیواروں میں ہوں

سونے دے اے شورِ محشر کیوں جگاتا ہی مجھے

میں بھی شب ہائے شبِ فرقت کے بیداروں میں ہوں

وحشت میں صحرا میں ویرانے میں کوئے یار میں

چلتا پھرتا مثلِ سایہ میں اُنہیں چاروں میں ہوں

اے اسیرانِ قفس ہاں پھڑکنے کے نہ ہوں

میں بھی وہ قیدی ہوں جو تازہ گرفتاروں میں ہوں

اور میں وہ جنکو ہے تسلیم شاگردی پہ ناز

میں نسیمِ دہلوی کے قفس بر داروں میں ہوں

غزل

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو خود ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پہ مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل نہ تھا میں مار کھانیکے
تیری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں

فلک پہ ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

غزل

حسینوں کا ہر اک عالم میں شہرہ ہو ہی جاتا ہے
تمہیں جو دیکھ لیتا ہے وہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

نشے میں لے لیا بوسہ خفا کیوں ہوتے ہو صاحب
چلو دل ٹھو جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے

میرے کمبخت اس دلکی عبث یہ کیسی عادت ہے
کلیجہ ملتے ملتے درد پیدا ہو ہی جاتا ہے

خبر مرنے کی سنکر ہر گھڑی حیران ہوتے ہیں
جواناں مرگ مرنے کا اچنبا ہو ہی جاتا ہے

کبھی ہے درد سر انکو کبھی مہندی کا حیلہ ہے
ہمارے گھر نہ آنے کو بہانہ ہو ہی جاتا ہے

بچا بھی ہے کہیں تیر نظر سے آج تک آخر

سنا ہے رفتہ رفتہ درد پیدا ہو ہی جاتا ہے

غزل

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دیوانہ سُو بہ سُو
شہر بہ شہر دیہہ بہ دیہہ خانہ بہ خانہ کو بہ کو

چھوٹے وہ کس طرح سے دل آہ ہوا جو ہوا اسیر
زُلف بہ زُلف خم بہ خم پیچ بہ پیچ مُو بہ مُو

کبھی نصیب نہ ایک شب اس سے سوئے نہ آہ ہم
دست بہ دست لب بہ لب سینہ بہ سینہ رو برو

لائے جو ہیں ہم نوحہ گر پہنچی ہے اشک چشم تر
بحر بہ بحر یم بہ یم جلد بہ جلد جو بہ جو

اسکی تلاش میں سدا پھرتے ہیں ہم بہ اضطراب
بام بہ بام در بہ در کوچہ بہ کوچہ سو بہ سو

دیکھا چمن میں جب آپ جلوہ عیاں ہے یار کا

شاخ بہ شاخ گل بہ گل غنچہ بہ غنچہ بو بہ بو

غزل

جنہوں کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں
محبت کے جو قیدی ہیں نہ چھوٹیں گے وہ جیتے جی
تڑپتے ہیں بلکتے ہیں انہیں کو یاد کرتے ہیں
کمر باندھی ہے اس نے ناتواں کے قتل کے اوپر
کہ جس کی آہ وزاری سے فغاں جلاد کرتے ہیں
ادھر وہ غیر سے مل مل دل اپنا شاد کرتے ہیں
ادھر ہم نیم بسمل کسطرح فریاد کرتے ہیں
کُتر کر نوچ کر پر باندھ کر پر توڑ کر صیاد
وہ مرغان قفس کو قید سے آزاد کرتے ہیں
نظر آتی ہیں پریاں صاف انکے شیشۂ دل میں

نہیں معلوم کیا جادو یہ آدم زاد کرتے ہیں

غزل

اے پری یاد ہے وہ ناز سے آنا تیرا
منہ کو شرمائے دوشالے میں چھپانا تیرا

آنکھیں نیچے کئے شرمائے ہوئے منہ پھیرے
مسکرا کر وہ گلوری کا چھپانا تیرا

نقش ہے دل پہ میرے ہائے جب آتا ہے وہ یاد
بگڑی زلفوں کا وہ ہر بار بنانا تیرا

جانِ جاں یاد ہے بوسے کیلئے وصل کی شب
نہیں کرنا میرا منہ کا چھپانا تیرا

تیری ہر چیز کو میں یاد کیا کرتا ہوں
کبھی چوٹی کبھی گردن کبھی شانہ تیرا

نہیں مانی ہیں درگاہوں میں ماتھے رگڑے

پر میسر نہ ہوا ساتھ سلانا تیرا

کہیو اے باد صبا مرتا ہے عاشق تیرا

کوچۂ یار میں گر ہو کبھی سودا تیرا

غزل

نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں

جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں

نہ دے اس قدر قبر تکلیف ہم کو ۲۲

ترے گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں

اٹھا لاؤ خنجر کرو قتل ہم کو

بڑی دیر سے سر جھکائے ہوئے ہیں

کھلونا سمجھ کر بگاڑو نہ ہم کو ۲۲

کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں

وہ کب آئے گا یار جانی ہمارا

اسی فکر میں دل لگائے ہوئے ہیں

مزار شہیداں پہ بولا یہ قاتل
یہ سب گھر ہمارے بسائے ہوئے ہیں

ہمیں قتل کر کے وہ چتون نہ بدلے
ابھی تک وہ تیوری چڑھائے ہوئے ہیں

حیا وصل میں بھی نہیں انکی جاتی
دوپٹے سے منہہ کو چھپائے ہوئے ہیں

جو آجائے مشکل نہ گھبراؤ رنگیں
علی بہر امداد آئے ہوئے ہیں

غزل

نہ تڑپ فراقِ بُت میں دلِ بیقرار سو جا
میرا ساتھ دینے والے میرے غمگسار سو جا

مجھے دفن کر چکے جب تو لحد نے یہ ندا دی

مجھے گھر سمجھ کے اپنا میرے یار غار سو جا

شب وصل نیند آنی آساں نہیں ہے دلبر
میں جگا کے ہی رہونگا تو ہزار بار سو جا

پس مرگ بخت میرا مجھے ڈھونڈنے جو آئے
کوئی اتنا اس سے کہدے کہ میرے فرار سو جا

شب وصل انکا سونا میرا چھیڑنا اور انکا
ناز و ادا سے کہنا کہ خدا کی مار سو جا

تجھے جنسے ہے محبت ارے مست ناز الفت
انہیں انکھڑیوں کے صدقے میرے گلعذار سو جا

ابھی دہان پان ہے تو نہیں عاشقی کے قابل
یہ تڑپ کا آہ و شیوہ نہ کر اختیار سو جا

جسپر تو جان و دل کو قربان کر چکا ہے
نہیں اسکو خیال تیرا نہ کر پکار سو جا

وقت سحر ہے رعنا آرام کر لو اب تو
تیری نیند اڑ گئی ہے اور خدائی خوار سو جا

غزل

ہم اپنی ہستی مٹا چکے ہیں کسی سے دلکو لگا چکے ہیں
سزا محبت کی پا چکے ہیں غضب کے صدمے اٹھا چکے ہیں

نبھے گی غیروں سے کیا محبت کہ بار بار آزما چکے ہیں
ہمیں کریں گے نثار دلکو جو ہاتھ جاں سے اٹھا چکے ہیں

ہے دلمیں باقی ابھی کدورت نہیں صفائی کی کوئی صورت
پس فنا بھی ہے مجھسے نفرت نشان تربت مٹا چکے ہیں

فلک کو کب ہے یہ دست قدرت زمیں کو کب کہ یہ تاب طاقت
ہمیں اٹھائیں گے جور تیرے جو ناز تیرے اٹھا چکے ہیں

یہ ہم نے مانا یہ ہم نے مانا نہیں ہے منظور انکو آنا
ہے ایک یہ صرف بہانہ کہ اب وہ مہندی لگا چکے ہیں

لباس پہنا ہے اس نے گلگوں یہ فکر مجھکو ہوئی ہے کیسی
کرینگے شاید کسی کا وہ خوں کمر میں خنجر لگا چکے ہیں

غزل

بانکی ادا دکھا جا تیر و کمان والے
قربان ہوں میں تجھ پر ابرو ترک شان والے

گر دل میں تو کہیں ہے او لامکان والے
پھر کیوں تلاش میں ہیں دونوں جہان والے

مسجد میں میکدہ میں کعبہ میں بت کدہ میں
ہر جا مکان تیرا او لا مکان والے

گر تو ہے چار سو میں پھر کیوں ہیں جستجو میں
سات و زمین والے سات آسمان والے

جاتا کدھر ہے غافل اسکی ہے دور منزل
گمراہ ہیں ہزاروں اے کاروان والے

اب گل بدن کی خاطر ڈالی میں بھیجنے ہیں
خوش رنگ پھول لا دے او گلستان والے

غیرت کی جا ہے اکبر دیکھے سنے ہیں اکثر

نیچے زمین کے سوتے اونچے مکان والے

غزل

میں وہ قلب مضطرب ہوں جسے کل سے کل نہ آئے
وہ نہال بے ثمر ہوں جو پھلوں تو پھل نہ آئے

مجھے جوشش جنوں میں خو خیال ہے تو یہ ہے
میرا حال زار سن کر کہیں وہ نکل نہ آئے

او اب اے جنونِ اُلفت کہ وہ مجھکو کہہ رہے ہیں
میری آبرو بچانا کہیں اسمیں بل نہ آئے

میں اسی لئے بنا تھا کہ خدا مجھے بگاڑے
یہ مجال ہے مسیحا کہ مجھے اجل نہ آئے

نہ ملی جہاں میں راحت تو یہ دھیان دل میں آیا
کہ نصیب ہم کسی سے وہیں کیوں بدل نہ آئے

نہ مرو بتوں پہ مضطر کہ یہ بت ہیں چند روزہ

تم اسی خدا کو پوجو کہ جب اجل نہ آئے

غزل

میں خود مرنے پہ راضی تھا رضا کے ہاتھ کیا آیا
جلا کر عشق نے یار اقضا کے ہاتھ کیا آیا

دیا تھا حسن خوباں کو تو قدرے رحم بھی دیتا
بنا کر سنگدل بت کو خدا کے ہاتھ کیا آیا

اڑا کر خاک میری کو جو پھینکا کوئے جاناں سے
کہ مجھ پر ظلم یہ کر کے ہوا کے ہاتھ کیا آیا

وہ کیا تھا خنجر مژگاں کہ دل کو چیر کر نکلا
تڑپتا رہ گیا میں دلربا کے ہاتھ کیا آیا

لکھا موصوف جھنڈی کو تو لگ پیارے کے ہاتھوں میں
لبوں نے خوں پیا میر احنا کے ہاتھ کیا آیا

غزل

اِن دنوں جوشِ جنوں ہے تیرے دیوانے کو
طوق زنجیر لئے جاتے ہیں پہنانے کو ہا ہا
شہر میں اپنے یہ لیلیٰ نے منادی کر دی
کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو
خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو
منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو
ناصح آگ لگے اس تیرے سمجھانے کو
اے مصور تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں
خوب تصویر بنائی میرے بہلانے کو ہا

غزل

میری آتشِ ہجر میں جاں چلی ہے

سمجھتا ہوں میں میری قسمت بھلی ہے

رہے زاہدا تجھ کو جنت مبارک
ہمارے لئے اس صنم کی گلی ہے

صبا ایک پیغام میرا بھی لیجا
اگر اس کے گھر کیطرف تو چلی ہے

تیرے عشق میں یار سب کچھ گنوایا
فقط جان تھی باقی وہ بھی چلی ہے

نہ کیوں چشم توحید ہو میری روشن
کہ خاک اسکے پاؤں کی ہینے ملی ہے

تیرے چاہنے والے کیا کیا ہوئے ہیں
کوئی غوث ہے اور کوئی ولی ہے

نہ کر روز محشر کا کچھ خوف موسیٰ
کہ حامی تیرا مصطفےٰ و علی ہے

تمام شد

رجسٹر نمبر ا

۱۹۲۴ء

کتب غزلیات خاص رعایتی قیمت پر طلب فرمایئے

مجموعہ قوالی

یہ قوالیوں کا مجموعہ ہے۔ جو کہ بڑی مجلسوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس میں آواز درست کرنیکے طریقے اور نسخے بھی درج ہیں قیمت ۶/

دیوان افضل

یہ دیوان حال ہی میں چھپکر تیار ہوا ہے۔ جو کہ پڑھنے کے قابل ہے ہر ایک غزل محبت کے جوش سے پر ہے۔ کاغذ عمدہ قیمت صرف ۹/

گلزار موسیقی

اس کتاب میں عمدہ عمدہ اردو فارسی غزلیں مناجاتیں پوربی نعتیں اور پنجابی کافیاں درج کی گئیں ہیں۔ چھپائی عمدہ۔ کاغذ موٹا۔ قیمت ۶/

یہ کتابیں ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی شاعروں۔ پردہ نشینوں۔ طوائفوں۔ ماہ لقا نے لکھی ہیں جو کہ شوخ۔ چلبلی پھڑکتی ہوئی غزلیں۔ نعتیں۔ بھجن۔ ٹھمریاں۔ دادرے کہردے۔ ترانوں سے پر ہیں۔ فہرست کے وقت پوری غمگسار ہیں۔ جلدی منگواؤ۔

عاشقانہ خط و کتابت ۲/۔ بہار دانش اردو ۸/۔ انوار سہیلی ۱۰/ کلام موسی ۶/۔ برگ ریحان ۱/۔ گلستان قوالی ۱/

بزم حسینان ۲/
ترانہ دلربا ہر دو حصہ ۴/
فراق جاناں ۱/
بوسہ صنم ۲/
بوستان قوالی ۲/
گلستان قوالی ۲/
غنچہ تبسم ۲/
غنچہ بہار ۲/

حاجی فضل حسین تاجر کتب لودیانہ پنجاب